حضور ﷺ نے فرمایا: ”البركة مع أكابركم“ برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

اشاعت نمبر ۸

رسالہ

دِفَاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

سلسلۃ دفاع فضائل اعمال ۸

کیا حضور نے اپنے آپ کو رسی سے باندھا؟

(اہل حدیث مبلغین صحیح حدیثوں کا انکار کرتے ہیں)

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی

-مولانا عبد الرحیم قاسمی

- ڈاکٹر ابو محمد شہاب علوی

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں:

"اسی کتاب میں **فضائل نماز میں، صفحہ نمبر ۸۲** پر، اور اسی طرح **تبلیغی نصاب صفحہ نمبر ۳۹۸** پر، یہ لکھا ہوا ہے، زکریا صاحب فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں رسول اقدس ﷺ رات کو جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسّی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں، اس پر ﴿**طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىٓ**﴾ نازل ہوئی، (اچھا جی اندر سے کتاب لے آئیں صحیح بخاری) یہ عبارت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، یہ زکریا صاحب نے لکھی ہے، اس کا مفہوم بھائی سمجھ گئے ہوں گے، کہ زکریا صاحب کا یہ خیال ہے کہ نبی ﷺ رات کو جب اللہ کی عبادت کرتے تھے تو اپنے آپ کو رسّیوں سے باندھ لیا کرتے تھے، تاکہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں، تو اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ہم کہتے ہیں: اس کا حوالہ کیوں نہیں دیا زکریا صاحب نے، یہ جو حدیث لکھی ہے ظاہر ہے کہ زکریا صاحب کی پیدائش سے صدیوں پہلے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فوت ہو گئے تھے، تو زکریا صاحب کو کس نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آپکو رسّی سے باندھ لیا کرتے تھے، معاذ اللہ، انہوں نے حوالہ نہیں دیا،

تو پھر ہم نے کیا کیا، ہم نے تلاش کرنی شروع کر دی، حدیث کی تخریج اور تحقیق شروع کی کہ یہ حوالہ کہیں سے مل جائے، تخریج کرتے کرتے تحقیق کرتے کرتے آخر ہم اس روایت تک پہنچ گئے، یہ روایت جو زکریا صاحب نے لکھی ہے، یہ تاریخ دمشق میں لکھی ہوئی ہے۔

تاریخ دمشق ابن عساکر کی یہ میرے ہاتھ میں ہے، **تاریخ دمشق ابن عساکر، جلد نمبر ۴ اور صفحہ نمبر ۹۹ اور ۱۰۰** پر یہ لکھا ہوا ہے، اپنی سند کے ساتھ ابن عساکر لکھتے ہیں: حدثنا۔۔۔ آگے کہتے ہیں "**حدثنا عبد الوهاب بن مجاهد عن ابيه عن ابن عباس ﷺ قال۔۔** "، عبد الوھاب بن مجاھد بیان کرتے ہیں، اپنے باپ سے اور وہ عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: "**كان رسول الله ﷺ إذا قام من الليل** " کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جب قیام کرنے کیلئے اٹھتے تھے، یعنی رات کو جب قیام کرتے تھے، تہجد پڑھتے "**ربط نفسه بحبل** "تو آپ اپنے کو ایک رسّی سے باندھ لیا کرتے تھے، "**كئ لا ينام** "تاکہ آپ سونہ جائیں، فانزل اللہ تو اللہ تعالیٰ نازل فرمادی یہ آیت "**طٰه ما انزلنا عليك القرآن لتشقى** " یعنی طہ ہم نے تیرے اوپر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔

اچھا، یہ روایت آپ نے دیکھ لی کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ روایت کر رہے ہیں، یہ روایت تبلیغی نصاب میں لکھی ہے بغیر حوالہ کے، تو ہم پوچھتے ہیں کہ زکریا صاحب سے دیوبندیوں سے یہ عبد الوھاب بن مجاہد یہ کون ہے، چلو اگر آپ ہمیں نہیں بتاتے تو یہ دیکھیں تقریب التہذیب میرے ہاتھ میں ہے، تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عبد الوھاب بن مجاہد متروکٌ، یہ متروک راوی ہے، وقد کذبہ الثوری، سفیان ثوری یہ فرماتے تھے کہ یہ جھوٹا آدمی ہے، تو جھوٹے آدمی کی موضوع روایت زکریا صاحب یہ پیش کر رہے ہیں، اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ نبی ﷺ رات کو قیام کرتے تھے تو آپ اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیتے تھے، سمجھ آ گئی۔

اب ہم کہتے ہیں: یہ روایت جو آپ نے پیش کی ہے یہ تو موضوع اور بے اصل روایت ہے اسکا راوی کذّاب ہے، اس کے مقابلہ میں صحیح روایت سن لیں، یہ میرے ہاتھ میں صحیح بخاری ہے، صحیح بخاری کی **کتاب التهجد** ہے، **کتاب التهجد** کا آٹھارواں باب ہے، اور **حدیث کا نمبر ہے ۱۱۵۰**، انس بن مالکؓ فرماتے ہیں "**دخل النبي ﷺ** "، نبی ﷺ

داخل ہوئے، گھر میں یا مسجد میں کہیں داخل ہوئے، **"فإذا حبل ممدود بين الساريتين"** آپ مسجد میں داخل ہوئے، کیوں کہ اس میں دو ستونوں کا ذکر ہے، نبی ﷺ مسجد میں تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی ہوئی ہے، ایک رسی کسی نے باندھ رکھی ہے۔

تو آپ نے فرمایا: **"ماھذا الحبل"** یہ رسی کیا ہے، مراد یہ ہے کہ یہ رسی کیوں باندھی ہے، کس لئے یہ رسی باندھی ہے، **"قالوا"** لوگوں نے کہا: **"هذا حبل لزينب"** یہ زینبؓ جو کہ امہاتِ مؤمنین میں سے ہیں، نبی ﷺ کی بیوی، یہ ان کی رسّی ہے، وہ رات میں عبادت کرتی ہیں، ان کی رسی ہے، **"فإذا فترت تعلقت"** جب وہ رات کو عبادت کر کر کے نفل پڑھ پڑھ کے تھک جاتی ہیں تو اس رسی کے ساتھ لٹک جاتی ہیں، رسّی کے ساتھ اپنا سہارا حاصل کرتی ہیں، **"فقال النبی ﷺ"**، تو نبی ﷺ نے فرمایا: **"لا"**، ہر گز نہیں، **"حلّوه"**، اس کو کھول دو، اس رسی کو کھول دو، **"ليصلي احدكم نشاطه"**، آدمی کی اگر طبیعت صحیح ہو تو نماز پڑھے، نفل پڑھے، **"فإذا فتر"**، جب تھک جائے، **"فليقعد"**، بیٹھ جائے، سو جائے، کوئی ضروری تو نہیں ہے، کہ جب آدمی پریشان بھی ہو، تھک بھی جائے پھر بھی پڑھتا رہے۔

یہ صحیح بخاری میں اور صحیح مسلم میں موجود ہے، متفق علیہ روایت ہے، تو دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ تو مخالفت فرماتے، آپ فرماتے ہیں کہ رسی کو کھول دو، رسی نہیں بندھی ہونی چاہیے، یہ طریقہ صحیح نہیں، اور زکریا صاحب ایک موضوع اور من گھڑت روایت کی بنیاد پر یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی ﷺ کیلئے رسی باندھی جاتی تھی، اللہ کے رسول ﷺ اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیتے تھے، معاذ اللہ کتنا بڑا جھوٹ ہے، کچھ تو اللہ کا خوف ہونا چاہیے، یہ جھوٹی روایتیں شیخ الحدیث بیان کرے"۔[1]

---

[1] دیکھئے موصوف کا ویڈیو:

https://www.youtube.com/watch?v=p54Qw5K6sGI

جواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

شیخ زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ: انہوں (یعنی شیخ زکریاؒ) نے (اس حدیث کا) حوالہ نہیں دیا، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ شیخؒ نے فضائل اعمال کے مقدمہ میں ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن کی مدد سے فضائل اعمال تحریر کی گئی، اور اس میں الدر المنثور کا بھی ذکر ہے۔ **(فضائل اعمال: ج ۱: ص ۵، طبع دینیات، نسخہ یاسین بوکڈپو، دہلی: ج ۱: ص ۷)** اور یہ روایت الدر المنثور میں بحوالہ ابن عساکر موجود ہے۔ **(دیکھئے ج ۵: ص ۵۴۹)**

نیز موصوف نے اس حوالہ کو تلاش کرنے کو اتنا بڑا مدعیٰ بنایا، فرماتے ہیں: تخریج کرتے کرتے، تحقیق کرتے کرتے، ہم اس روایت پر پہنچ گئے، جبکہ یہ تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، بلکہ اس آیت کی تفسیر میں دیکھ لیتے تو بہت سی کتابوں میں مل جاتا، اور خاص طور سے اپنے گھر کا حوالہ ہی دیکھ لیتے، تو آپ کو بھی اس روایت کا حوالہ مل جاتا۔ (حوالہ آگے آرہا ہے)

تیسری بات یہ ہے کہ فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"دیکھئے رسول اللہ ﷺ تو مخالفت کرتے رہے ہیں، آپ فرماتے ہیں: رسی کھول دو، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، اور زکریا صاحب ایک موضوع اور منگھڑت روایت کی بنیاد پر یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رسّی سے باندھ لیتے تھے،

معاذ اللہ کتنا بڑا جھوٹ، (اس پر غور کریئے گا)، معاذ اللہ، کتنا بڑا جھوٹ ہے، کچھ تو اللہ کا خوف ہونا چاہیے، یہ جھوٹی روایت شیخ الحدیث بیان کر رہے ہیں"۔

سب سے پہلے ان کے گھر سے حوالہ پیش کرتے ہیں کہ شیخ زبیر علی زئی صاحب کم سے کم مولانا زکریاؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کا حوالہ تو دیکھ لیتے، اپنے گھر کی خبر تو لے لینی چاہیے تھی۔

(۱) سب سے پہلا علامہ شوکانیؒ کا ہے جن کو غیر مقلدین "الامام المجتہد" کہتے ہیں۔

دیکھئے (**حقیقۃ التقلید، علامہ شوکانیؒ کی کتاب، ترجمہ طیب شاہین لودھی: صفحہ نمبر ۱۳**)

اور ان کی کتاب **فتح القدیر** کے بارے میں **طیب شاہین لودھی** لکھتے ہیں: یہ تفسیر علامہ شوکانیؒ کے قول کے مطابق روایت اور درایت کی جامع ہے، اسی تفسیر فتح القدیر میں، علامہ شوکانیؒ (**م ۱۲۵۰ھ**) نے ابن عساکرؒ سے یہی تفسیر بیان کی، اور **اس روایت پر کوئی کلام نہیں کیا ہے** ۔(**فتح القدیر: جلد ۳: صفحہ نمبر ۴۹۵**)

فتح القدير

الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير

تأليف

محمد بن علي بن محمد الشوكاني

المتوفى بصنعاء ١٢٥٠هـ

حققه وخرج أحاديثه

الدكتور عبد الرحمن عميرة

وضع فهارسه وشارك في تخريج أحاديثه

لجنة التحقيق والبحث العلمي بدار الوفاء

الجزء الثالث

فتهلك ؛ لأن انصدادك عنها بصدّ الكفارين لك مستلزم للهلاك ومستتبع له .

وقد أخرج ابن المنذر وابن مردويه ، والبيهقي في الشعب ، وابن عساكر عن ابن عباس ؛ أن النبي ﷺ : أول ما نزل عليه الوحي كان يقوم على صدر قدميه إذا صلى ، فأنزل الله : ﴿**طه . ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى**﴾ (١) . وأخرج ابن جرير وابن مردويه عنه قال : قالوا : لقد شقي هذا الرجل بربه ، فأنزل الله هذه الآية (٢). وأخرج ابن عساكر عنه أيضاً قال : كان رسول الله ﷺ إذا قام من الليل يربط نفسه بحبل لئلا ينام ، فأنزل الله هذه الآية . وأخرج البزار عن عليّ قال : كان النبي ﷺ يراوح بين قدميه يقوم على كل رجل حتى نزلت :﴿ **ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى** ﴾ وحسن السيوطي إسناده. وأخرج ابن مردويه عنه أيضاً بأطول منه. وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال : إن رسول الله ﷺ ربما قرأ القرآن إذا صلى ، فقام على رجل واحدة ، فأنزل الله : ﴿ **طه** ﴾ برجليك فما أنزلنا عليك القرآن لتشقى . وأخرج ابن أبي حاتم والطبراني وابن مردويه عنه في قوله: ﴿ **طه** ﴾ قال : يا رجل . وأخرج الحارث ابن أبي أسامة وابن أبي حاتم عن ابن عباس قال : ﴿ **طه** ﴾ بالنبطية ، أي طأ يا رجل . وأخرج عبد بن حميد وابن أبي حاتم عنه أيضاً قال : هو كقولك : اقعد . وأخرج ابن جرير وابن مردويه عنه قال : ﴿ **طه** ﴾ بالنبطية : يا رجل . وأخرج ابن جرير عنه قال : ﴿ **طه** ﴾ : يا رجل بالسريانية . وأخرج الحاكم عنه أيضاً قال : ﴿ **طه** ﴾ هو كقولك : يا محمد بلسان الحبش . وفي هذه الروايات عن ابن عباس اختلاف وتدافع . وأخرج ابن مردويه عن أبي الطفيل قال : قال رسول الله ﷺ : « إن لي عند ربي عشرة أسماء»، قال أبو الطفيل : حفظت منها ثمانية: محمد ، وأحمد ، وأبو القاسم ،والفاتح ، والخاتم ،والماحي، والعاقب ، والحاشر. وزعم سيف أن أبا جعفر قال له : الاسمان الباقيان طه ويس . وأخرج البيهقي في الدلائل عن ابن عباس في قوله : ﴿ **طه . ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى** ﴾ قال : يا رجل ، ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى ، وكان يقوم الليل على رجليه فهي لغة لعك إن قلت لعكي : يا رجل ، لم يلتفت، وإذا قلت : طه ، التفت إليك . وأخرج ابن أبي حاتم وابن مردويه عن ابن عباس قال : ﴿ **طه** ﴾ قسم أقسم الله به ، وهو من أسمائه .

وأخرج ابن أبي حاتم عن قتادة في قوله : ﴿ **وما تحت الثرى** ﴾ قال : الثرى : كل شيء مبتل . وأخرج أبو يعلى عن جابر أن النبي ﷺ سئل ما تحت هذه الأرض ؟ قال « الماء » قيل : فما تحت الماء ؟ قال : « ظلمة » قيل : فما تحت الظلمة؟ قال : « الهواء » قيل : فما تحت الهواء ؟ قال : « الثرى » قيل : فما تحت الثرى ؟ قال : « انقطع علم المخلوقين عند علم الخالق» . وأخرج ابن مردويه عنه نحوه بأطول منه . وأخرج ابن المنذر وابن أبي حاتم ، والبيهقي في الأسماء والصفات عن ابن عباس في قوله: و﴿ **يعلم السر وأخفى** ﴾ قال: السر :

(١) البيهقي في الشعب (١٤١٦) وإسناده ضعيف ؛ لضعف محمد بن زياد اليشكري .
(٢) ابن جرير ١٦/ ١٠٢ .

جیسے مولانا زکریا صاحبؒ نے بیان کیا ہے ایسے ہی انہوں نے بیان کیا ہے، اب زبیر علی زئی اور غیر مقلدین حضرات فرمایئے یہ جو آپ نے مولانا زکریا صاحبؒ کے بارے میں کہا ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے، کچھ تو اللہ کا خوف ہونا چاہیے، یہ جھوٹی روایت شیخ الحدیث بیان کر رہے ہیں، یہ تو آپ کے الامام المجتہد بیان کر رہے ہیں۔

آپ کیا فرمائیں گے ان کے بارے میں ؟؟؟

(۲) دوسرا حوالہ صدیق حسن خان بھوپالیؒ کا ہے، یہ بھی اہل حدیث کے بہت بڑے اسکالر ہیں، نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ کی خود نوشت، سوانح حیات، **ابقاء الحنن بالقاء المحن** ہے، اس میں خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان احمقوں نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ میں تو مشہور اہل حدیث ہوں"۔ **(صفحہ ۲۹۰)**

ایسے ہی دوسری کتاب ہے "نواب صدیق حسن خان صاحب کی خدماتِ حدیث" عتیق امجد صاحب کی، صفحہ نمبر ۷۸ پر، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اہل حدیث ہیں۔

اب دیکھئے !

آپ کے گھر والے یہ بات بیان کر رہے ہیں، آپ ان پر اعتراض نہیں کر رہے ہیں، آپ کو اتنا مشکل تھا حوالہ تلاش کرنا، کم سے کم ان کی تفاسیر ہی دیکھ لیتے، تو صدیق حسن خان بھوپالیؒ کی تفسیر فتح البیان ہے، انہوں نے بھی ابن عباسؓ سے یہی تفسیر بیان کی ہے، اور اس پر کچھ کلام نہیں کیا ہے، **(فتح البیان، جلد۸: صفحہ ۲۱۱)**

کیا اب غیر مقلدین کے علماء، قاضی شوکانیؒ اور نواب صاحبؒ نے بڑا جھوٹ بولا ہے،

تو کیا ان کو اللہ کا خوف نہیں ہے ؟؟

کیا وہ جھوٹی روایت بیان کر رہے ہیں ؟؟

زبیر علی زئی اور غیر مقلدین حضرات جواب دیں ؟؟

باقی زبیر علی زئی صاحب کو ایسا لگ رہا تھا کہ یہ بہت مشکل کام تھا حوالہ ڈھونڈنا، یہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے رہے، تب جاکر ان کو ملا، ہم بہت سی تفسیروں کا حوالہ دے دیں گے، تاکہ بات سامنے آجائے کہ بھائی اس آیت کی تفاسیر کی طرف رجوع کرتے تو حوالہ مل جاتا۔

مفاتیح الغیب، از، امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ) : جلد ۲۲: صفحہ ۶۔

تاریخ دمشق، لابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ): جلد ۴: صفحہ ۱۴۳۔ جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے پڑھا ہے۔

السراج المنیر، علامہ شربینیؒ (م ۹۷۷ھ): جلد ۲: صفحہ ۴۴۸۔

درج الدرر، عبد القاھر جرجانیؒ (م ۴۷۱ھ): جلد ۳: صفحہ ۱۱۹۱ پر، نیز جلد ۲: صفحہ ۲۸۴ پر یہی تفسیر بیان کی ہے۔

المواہب اللدنیۃ، امام عبد الوھاب شعرانیؒ (م ۹۲۳ھ): جلد ۲: صفحہ ۵۲۲۔

شرح الزرقانی، علامہ زرقانیؒ (م ۱۱۲۲ھ): جلد ۸: صفحہ ۳۲۴۔

مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور افریقیؒ (م ۷۱۱ھ): جلد ۲: صفحہ ۲۵۸۔

الدر المنثور، علامہ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ): جلد ۵: صفحہ ۵۴۹۔ وغیرہ

اب ہم زبیر علی زئی اور غیر مقلدین حضرات کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ جو الفاظ آپ نے مولانا زکریاؒ کے بارے میں کہے ہیں کہ "معاذ اللہ" وہی باتیں ان بڑے بڑے مفسرین اور ائمہ کے کھاتے جا رہی ہیں۔

روایت کی تحقیق:

جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے کہا کہ یہ روایت تاریخ ابن عساکر میں موجود ہے، سند اور متن درج ذیل ہے:

امام ابو القاسم ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) کہتے ہیں:

أخبرنا أبو بكر المزرفي وأبو السعود أحمد بن علي بن محمد بن المجلي قالا أنا أبو الحسين بن المهتدي أنا أبو الحسن علي بن عمر بن محمد الحربي نا محمد بن هارون بن حميد بن المجدر نا يوسف هو ابن موسى نا يحيى بن الضريس نا عبد الوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس قال كان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) إذا قام من الليل ربط نفسه بحبل كي لا ينام فأنزل الله تعالى: ﴿طه ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى﴾ ـ (تاريخ ابن عساكر: ج۴: ص۱۴۳)

تاريخ مدينة دمشق

وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها

تصنيف

الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي

المعروف بابن عساكر

٤٩٩ هـ - ٥٧١ هـ

دراسة وتحقيق

محبّ الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمروي

الجزء الرابع

السيرة النبوية – القسم الثاني

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

القَاسِم حمزة بن يُوسُف السَهْمي، أنا أَبُو أَحْمَد بن عَدِي الحافظ، أنا الحُسَيْن بن موسى بن خلف، نا إِسْحَاق بن زُرَيق، نا إِبْرَاهيم بن سُلَيْمَان الزيّات البَلْخي، نا عَبْد الحكم ـ يعني القسملي ـ عن أنس قال:

تعبّد رَسُول الله ﷺ حتى صار كالشنّ البالي، فقالوا: يا رَسُول الله، ما يحملك على هذا الاجتهاد كله وقد غُفر لَك مَا تَقَدَّم مِن ذَنْبك وَمَا تَأخّر؟ قال: «**أفلا أكون عَبداً شَكُوراً**»[٩٧٥].

أَخْبَرَنا أَبُو القَاسِم عَلي بن إِبْرَاهيم، أنا رَشَأ بن نظيف المقرىء المعدّل، أَخْبَرَني أَبُو بَكْر أَحْمَد بن مُحَمَّد بن شرّام، أنا مُحَمَّد بن جَعْفَر بن مُحَمَّد بن سَهل السامّري[(١)]، نا نَصْر بن داود، نا شاذ بن الفياض، واسمه هلال بن الحارث بن شبل[(٢)]، عَن أم النعمان الكِنْديّة، عَن عائشة قالت:

لما نزلت هذه الآية: ﴿**إنّا فَتَحْنا لك فَتْحاً مُبيناً**﴾ اجتهد النبي ﷺ في العَبّادة، فقيل له: يا رَسُول الله، ما هذا الاجتهاد، أليس قد غَفَر الله تبارك وتعالى لَك مَا تَقَدَّم مِن ذَنْبك وَمَا تَأخّر، قال: «**أفلا أكون عَبداً شَكُوراً**»[٩٧٦].

أَخْبَرَنا أَبُو بَكْر المَرْزَفي[(٣)]، وأَبُو السعود أَحْمَد بن علي بن مُحَمَّد بن المُجْلي[(٤)]، قالا: أنا أَبُو الحُسَيْن بن المهتدي، أنا أَبُو الحَسَن علي بن عُمَر بن مُحَمَّد الحربي[(٥)]، نا مُحَمَّد بن هارون بن حُمَيد بن[(٦)] المُجَدّر، نا يوسف ـ هو ابن موسى ـ نا يَحْيَىٰ بن الضريس، نا عَبْد الوهّاب بن مجاهد، عن أبيه، عَن ابن عباس قال:

كان رَسُول الله ﷺ إذا قام من الليل ربط نفسه بحبل كي لا ينام، فأنزل الله تعالى: ﴿**طه ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى**﴾[(٧)].

---

(١) ترجمته في سير الأعلام ١٥/٢٦٧.
(٢) ترجمته في سير الأعلام ١٠/٤٣٣.
(٣) بالأصل: المرزقي، خطأ، والصواب ما أثبت.
(٤) بالأصل «المحلي» والصواب والضبط عن تبصير المنتبه.
(٥) بالأصل الحرفي، والصواب ما أثبت، وهذه النسبة إلى الحربية محلة من محال بغداد غربيها، انظر الأنساب، وترجمته في سير الأعلام ١٧/٦٠٩.
(٦) بالأصل: المخدر، والصواب ما أثبت، ترجمته في سير الأعلام ١٤/٤٣٦.
(٧) سورة طه، الآيتان ١ و ٢.

اس روایت میں عبد الوہاب بن مجاہد پر کلام ہے، جیسا کہ زبیر صاحب نے نقل کیا ہے، لیکن اس روایت کو موضوع کہنا مردود ہے۔

تفصیل سے پہلے ایک تمہیدی وضاحت:

کتاب اصول تفسیر جو ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) کی ہے، اس کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تعلیق غیر مقلد عالم عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے کیا ہے، اس کے **صفحہ نمبر ۱۵** پر لکھا ہے کہ تفسیرِ مجاہد کتنی اہمیت کی حامل ہے:

حافظ ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"تابعین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے پوری تفسیر صحابہ کرامؓ سے حاصل کی تھی، مجاہدؒ کہتے ہیں: میں نے مصحف قرآنی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش کر دیا، ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور ان سے مطلب سمجھتا، اس لئے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جب تمہیں تفسیر مجاہد سے پہنچے تو بس کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ، امام مجاہدؒ کی تفسیر پر بھروسہ کرتے تھے، اسی طرح امام احمدؒ وغیرہ جنہوں نے تفسیریں مرتب کی ہیں، وہ دوسروں کے مقابلہ میں مجاہدؒ سے زیادہ روایت کرتے ہیں"۔

علامہ بھوجیانیؒ اس کی تعلیق میں حاشیہ پر لکھتے ہیں:

"مجاہد بن جبر مکیؒ (م۱۰۰ھ) تابعی اور ثقہ ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو تین مرتبہ قرآن کریم سنایا"۔

ایسے ہی **صفحہ نمبر ۶۴** پر ہے:

"اور جب تفسیر، نہ قرآن میں ملے نہ سنت میں، نہ اقوال صحابہ میں، تو ائمہ، اقوال تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں، جیسے مجاہد بن جبرؒ کی طرف، جو علم تفسیر میں خدا کی نشانی تھے"۔

یہی حافظ ابن تیمیہؒ آگے لکھ رہے ہیں۔

محمد بن اسحاقؒ نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ مجاہدؒ کہتے ہیں:

”میں نے مصحفِ قرآنی شروع سے اخیر تک تین مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش کیا، ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور تفسیر پوچھتا تھا“۔

اور امام ترمذیؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ مجاہدؒ نے کہا کہ قرآن میں کوئی آیت نہیں، جس کی تفسیر میں، میں نے کچھ نہ کچھ سنا نہ ہو۔

ایک اور مقام پر امام ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) کہتے ہیں:

مجاهد بن جبر فإنه كان آية في التفسير كما قال محمد بن إسحاق: حدثنا أبان بن صالح عن مجاهد قال: عرضت المصحف على ابن عباس ثلاث عرضات من فاتحته إلى خاتمته أوقفه عند كل آية منه وأسأله عنها

وبه إلى الترمذي قال: حدثنا الحسين بن مهدي البصري حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة قال: ما في القرآن آية إلا وقد سمعت فيها شيئا

وبه إليه قال حدثنا ابن أبي عمر حدثنا سفيان بن عيينة عن الأعمش قال: قال مجاهد: لو كنت قرأت قراءة ابن مسعود لم أحتج أن أسأل ابن عباس عن كثير من القرآن مما سألت.

وقال ابن جرير: حدثنا أبو كريب قال: حدثنا طلق بن غنام عن عثمان المكي عن ابن أبي مليكة قال: رأيت مجاهدا سأل ابن عباس عن تفسير القرآن ومعه ألواحه قال: فيقول له ابن عباس اكتب حتى سأله عن التفسير كله۔

امام مجاہد بن جبرؒ تفسیر میں ایک آیت (نشانی) تھے، ایک روایت میں وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے ۳ مرتبہ ابتداء سے انتہاء تک پورا قرآن پڑھا، میں ان کو ہر آیت پر ٹھہراتا اور ان سے اس آیت (کے مطلب و شان نزول) کے بارے میں پوچھتا۔

وہ کہتے ہیں کہ میں قرآن کی ہر آیت کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوں، ایک روایت میں اعمشؒ کہتے ہیں کہ مجاہدؒ نے کہا: اگر میں ابن مسعودؓ کی قراءت پڑھتا تو مجھے ابن عباسؓ سے قرآن کریم کے بارے میں ایسے بہت سے سوالات پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی جو کہ میں نے پوچھے۔

ابن ابی **ملیکة** علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہدؒ کو ابن عباسؓ سے قرآن کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتے دیکھا جبکہ مجاہد کے پاس تختیاں تھیں، راوی کہتے ہیں کہ تو ابن عباسؓ نے مجاہد سے کہا کہ لکھ لو، (وہ لکھتے رہے)، یہاں تک کہ (مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے) پوری تفسیر پوچھ لی۔ (**مجموع الفتاوی: ج۱۳: ص۳۶۸**)

اسی طرح شیخ الاسلامؒ کے شاگرد حافظ ابن القیمؒ (**م ۷۵۱ھ**) نے بھی مجاہدؒ کے بارے میں یہی نقل کیا ہے۔ دیکھئے (**الصواعق المرسلة: ج۴: ص۹۲۴**)

امام احمد بن حنبلؒ (**م ۲۴۱ھ**) نے اصحاب ابن عباس میں پہلے نمبر پر مجاہدؒ کو ذکر کیا ہے۔ (**علل احمد بروایة عبداللہ: رقم ۲۷۶**)،

حافظ ذہبیؒ (**۷۴۸ھ**) کہتے ہیں کہ

"رَوَى عَنِ: ابْنِ عَبَّاسٍ - فَأَكْثَرَ وَأَطَابَ - وَعَنْهُ أَخَذَ القُرْآنَ، وَالتَّفْسِيْرَ، وَالفِقْهَ "

انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا، پس کثرت سے اور بہترین روایت کیا، انہیں سے قرآن کریم، تفسیر اور فقہ حاصل کیا۔ (**سیر: ج۴: ص۴۵۰**)،

امام ابن حزمؒ (**م ۴۵۶ھ**) نے مجاہدؒ کو مکہ کے **الطبقة الاولی** کے قراء میں شمار کیا اور کہا کہ انہو نے ابن عباسؓ کے پاس قریب قریب ۲۷ بار مکمل قرآن پڑھا۔ (**اکمال تہذیب الکمال: ج۱۱: ص۷۹**)،

امام ابن کثیرؒ (**م ۷۷۴ھ**) کہتے ہیں کہ

" کان من أخصاء أصحاب ابن عباس "

عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب میں مجاہدؒ خاص الخاص تھے۔ (**البدایہ والنہایہ: ج۹: ص۲۵۰**)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ امام مجاہدؒ نے قرآن کی تفسیر ابن عباسؓ لی ہے، بلکہ کئی بار قرآن کی مکمل تفسیر ابن عباسؓ سے سیکھی، لہذا تفسیر میں مجاہد کی مرسل روایت کے بارے میں ظن غالب یہی ہے کہ وہ ابن عباسؓ سے مروی ہو گی۔

بلکہ **"مجاهد عن رسول الله"** کا معاملہ بالکل **"علی بن ابی طلحة عن ابن عباس"** کی طرح ہے۔

علی بن ابی طلحہؒ (م ۱۴۳ھ) نے اگرچہ ابن عباسؓ کو نہیں پایا، لیکن ائمہ نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کے ثقہ اصحاب مثلاً مجاہدؒ سے علم حاصل کیا اور پھر ان سے ارسال کیا۔

اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ، امام ابو حاتمؒ وغیرہ محدثین نے اس سند **"علی بن ابی طلحة عن ابن عباس"** پر اعتماد کیا ہے۔

(میزان الاعتدال: ج۳: ص ۱۳۴، تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج۱: ص۵۸۶)،

بس یہی معاملہ تفسیر میں مجاہدؒ کی مرسل روایات کا ہے، اس لئے کہ اگرچہ مجاہدؒ نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا،

لیکن رسول اللہ ﷺ کے ثقہ صحابی ابن عباسؓ سے علم تفسیر حاصل کیا، اور پھر ان سے ارسال کیا، لہذا ظن غالب یہی ہے کہ تفسیر میں **"مجاهد عن رسول الله"** کی سند متصل اور حجت ہوگی۔ واللہ اعلم

روایت پر نظر:

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) کہتے ہیں:

حدثني محمد بن عمرو، قال: ثنا أبو عاصم، قال: ثنا عيسى، وحدثني الحارث، قال: ثنا الحسن، قال: ثنا ورقاء، جميعا عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد (مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى) قال: هي مثل قوله (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ) فكانوا يعلقون الحبال في صدورهم في الصلاة۔

امام مجاہدؒ آیت ﴿**مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى**﴾ کے تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کے قول ﴿**فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ**﴾ کی طرح ہے، اور وہ لوگ یعنی [رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ] نماز میں اپنے سینوں کو رسّیوں سے باندھ لیتے تھے۔ **(تفسیر ابن جریر الطبری: ج۱۹: ص۸)**

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
٢٢٤-٣١٠هـ

تم التحقيق على نسخة المخطوط التي اعتمدها الشيخان
أحمد شاكر ومحمود شاكر وغيرها

ضبطه وعلق عليه
رضوان جامع رضوان

خرج أحاديثه
أبي عمرو أحمد بن عطية الوكيل

الجزء التاسع عشر

دار ابن الجوزي
القاهرة

[١٣٧/١٦] مَعْرُوفَةٌ فِي عَكٍّ فِيمَا بَلَغَنِي ، وَأَنَّ مَعْنَاهَا فِيهِمْ : يَا رَجُلُ . وأنشد لِمُتَمِّمِ بْنِ نُوَيْرَةَ :/

هَتَفْتُ بِطَهَ فِي الْقِتَالِ فَلَمْ يُجِبْ فَخِفْتُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ مُوَائِلا[١]

وَقَالَ آخَرُ :

إِنَّ السَّفَاهَةَ طَهَ مِنْ خَلائِقِكُمْ لا بَارَكَ اللَّهُ فِي الْقَوْمِ الْمَلاعِينِ[٢]

فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ مَعْرُوفًا فِيهِمْ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ، فَالْوَاجِبُ أَنْ يُوَجَّهَ تَأْوِيلُهُ إِلَى الْمَعْرُوفِ فِيهِمْ مِنْ مَعْنَاهُ ، وَلا سِيَّمَا إِذَا وَافَقَ ذَلِكَ تَأْوِيلَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ .

فَتَأْوِيلُ الْكَلامِ إِذَنْ : يَا رَجُلُ ﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝٢﴾ . يا أنزلناه عليك ، فتكلف ما لا طَاقَةَ لَكَ بِهِ مِنَ الْعَمَلِ .

* *

وَذُكِرَ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ ذَلِكَ بِسَبَبِ مَا كَانَ يَلْقَى مِنَ النَّصَبِ وَالْعَنَاءِ وَالسَّهَرِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ .

• ذِكْرُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ :

٣٠٥٠ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ، قَالَ : ثنا أَبُو عَاصِمٍ ، قَالَ : ثنا عِيسَى ، وَحَدَّثَنِي الْحَارِثُ قَالَ : ثنا الْحَسَنُ ، قَالَ : ثنا وَرْقَاءُ ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، « ﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝٢﴾ ، قَالَ : فِي الصلاة ، قال : هِيَ مِثْلُ قَوْلِهِ : ﴿فَٱقْرَءُواْ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ، فَكَانُوا يُعَلِّقُونَ الْحِبَالَ فِي صُدُورِهِمْ فِي الصَّلاةِ » .

٣٠٥١ ـ وحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ ، قَالَ : ثنا الْحُسَيْنُ ، قَالَ : ثني حَجَّاجٌ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ

---

(١) ديوان متمم بن نويرة اليربوعي (ص/١٣١) وفيه : « دعوت بطه » وانظر تفسير روح المعاني للألوسي (١٤٨/١٦) والقرطبي (١٦٥/١١) .

(٢) البيت ليزيد بن المهلهل ، وانظر المصدر السابق (١٦٦/١١) ، والنكت والعيون للماوردي (٣٩٢/٣) وفيه :
« لا قدس الله أرواح الملاعين »

٣٠٥٠ ـ صحيح . تقدم بيانه لأول مرة مفصلًا في (٤/١٤) . وذكره السيوطيُّ في الدر المنثور ٥٥١/٥ وعزاه لعبد بن حميد وابن المنذر وابن أبي حاتم .

٣٠٥١ ـ إسناده ضعيفٌ . شيخُ المصنف ، القاسم لم أجد له ترجمة . وابن جريج ثقةٌ لكنه مدلسٌ ، وتدليسه قبيح يدلس إلا فيما سمعه من مجروح ، كما قال الدارقطنيُّ . وفوق ذلك قال ابن معين والبرديجي : لم يسمع من مجاهد إلا حرفًا واحدًا .

روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور مضبوط مفسر ہیں۔

(تقریب، تاریخ الاسلام، سیر)

(۲) محمد بن عمرو بن العباس، الباھلیؒ (م ۲۴۹ھ) ثقہ راوی ہیں۔ **(معجم الشیوخ للطبری: ص ۵۵۶)**، ان کے متابع میں امام حارث بن محمد بن ابی اسامہؒ (م ۲۸۲ھ) صدوق، امام موجود ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۲۵۵)**

(۳) ابو عاصم، ضحاک بن مخلد النبیلؒ (م ۲۱۲ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۹۷۷)**، ان کے متابع میں بھی ثقہ راوی الحسن بن موسی الاشیبؒ (م ۲۱۰ھ) موجود ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۲۸۸)**

(۴) عیسی بن میمون الجرشیؒ بھی ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۳۳۴)** اور ان کے متابع میں ورقاء بن عمر الکوفیؒ صحیحین کے صدوق راوی موجود ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۴۰۳)**

(۵) عبد اللہ بن ابی **نجیح**ؒ (م ۱۳۱ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۶۶۲)**

(۶) مجاہد بن جبرؒ (م ۱۰۴ھ) مشہور ثقہ، ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ یہ روایت امام مجاہدؒ سے ثابت ہے۔

"کانوا" سے مراد کون ؟؟

اس میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں یا نہیں ؟

غیر مقلد عالم لقمان سلفی صاحب اپنی کتاب تفسیر تیسیر الرحمن، صفحہ ۸۸۹ پر لکھتے ہیں، قرآن کی آیت ﴿**طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى**﴾ طٰہٰ سے کون مراد ہے ؟ اس مراد نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے، اور ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، عکرمہؒ، سعید بن جبیرؒ، ضحاکؒ، قتادہؒ اور مجاہدؒ وغیر ہم کا یہی قول ہے۔

یعنی جب **طٰہٰ** سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں، تو "**وکانوا یعلقون**" میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہونگے،

پھر ائمہ تفسیر مثلاً، امام ابو عبد اللہ القرطبیؒ (**م ۶۷۱ھ**)، امام ابو اسحاق الثعلبیؒ (**م ۴۲۷ھ**)، غیرہ نے اس آیت میں "**کانوا**" سے مراد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ لیا ہے۔ (**تفسیر قرطبی: ج۱۴: ص۱۱، تفسیر ثعلبی: ج۶: ص۲۳۷**)

اسکین: تفسیر قرطبی

الجامع لأحكام القرآن

والمبيّن لما تضمّنه من السنّة وآي الفرقان

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي

(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

شارك في تحقيق هذا الجزء

محمد رضوان عرقسوسي ماهر حبوش

الجزء الرابع عشر

مؤسسة الرسالة

قام على رِجْلٍ ورَفع الأُخرى، فأنزل الله تعالى: «طه»، يعني طَإِ الأرضَ يا محمد؛ ﴿مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ﴾[١].

الزمخشريُّ[٢]: وعن الحسن: «طَهْ»، وفُسِّر بأنه أمرٌ بالوطء، وأن النبيَّ عليه الصلاة والسلام كان يقوم في تهجُّده على إحدى رجليه، فأُمِرَ أن يطأ الأرضَ بقدَميه معاً، وأن الأصل: طَأْ، فقلبت همزتُه هاءً أو قلبت[٣] [ألفاً] في «يطا» فيمن قال:

لا هَـنَـاكِ الـمـرتَـعُ[٤]

ثم بني عليه هذا الأمر، والهاء للسكت.

وقال مجاهد: كان النبيُّ ﷺ وأصحابه يَربطون الحبالَ في صدورهم في الصلاة بالليل من طول القيام، ثم نُسخ ذلك بالفرض، فنزلت هذه الآيةُ[٥].

وقال الكلبيُّ: لمَّا نزل على النبيِّ ﷺ الوحيُ بمكة اجتهد في العبادة، واشتدَّت عبادتُه، فجعل يصلِّي الليلَ كلَّه زماناً حتى نزلت هذه الآية، فأمره اللهُ تعالى أن يُخفِّف عن نفسه فيصلي وينام[٦]؛ فَنَسخَتْ هذه الآيةُ قيامَ الليل؛ فكان بعد هذه الآية يُصلِّي وينام.

وقال مقاتل والضحَّاك: فلما نزل القرآنُ على النبيِّ ﷺ قام هو وأصحابه فصلُّوا، فقال كفارُ قريش: ما أنزل اللهُ هذا القرآنَ على محمدٍ إلا ليشقى؛ فأنزل اللهُ تعالى:

---

(١) الشفا ١/١٠٧ وهو ضعيف لإرساله.

(٢) في الكشاف ٢/٥٢٨.

(٣) في (خ) و(د): وقلبت، وفي (م): كما قلبت، والمثبت من (ز) و(ظ) و(ف)، وهو الموافق للكشاف، وما بين حاصرتين التالي منه. وقراءة الحسن في القراءات الشاذة ص٨٧.

(٤) هذا جزء من بيت للفرزدق، وهو في ديوانه ١/٤٠٨ ولفظه:

ومضَتْ لمسلمةَ الرِّكاب مُوَدَّعاً فارعَيْ فزارةُ لا هَنَاكِ المرتَعِ

وسلف عجزه ١١/٢٧٣.

(٥) تفسير مجاهد ١/٣٩٣.

(٦) تفسير البغوي ٣/٢١١.

اسکین: تفسیر ثعلبی

الكشف والبيان

المعروف

تفسير الثعلبي

للإمام الهمام أبو إسحاق أحمد المعروف بالإمام الثعلبي

ت ٤٢٧ هـ

دراسة وتحقيق

الإمام أبي محمد بن عاشور

مراجعة وتدقيق

الأستاذ نظير الساعدي

الجزء السادس

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

وقال سعيد بن جبير: الطاء افتتاح اسمه طاهر وطيب، والهاء افتتاح اسمه هادي. وقيل: الطاء يا طامع الشفاعة للأمة، والهاء يا هادي الخلق إلى الملّة.

وقيل: الطاء من الطهارة، والهاء: من الهداية، وكأنه تعالى يقول لنبيّه صلى اللّه عليه وسلم: يا طاهراً من الذنوب، ويا هادياً إلى علاّم الغيوب، وقيل: الطاء: طبول الغزاة، والهاء: هيبتهم في قلوب الكفار، قال الله تعالى ﴿سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب﴾[١]. وقال: وقذف في قلوبهم الرعب، وقيل: الطاء: طرب أهل الجنة[٢]، والهاء: هوان أهل النار في النار، وقيل: الطاء تسعة في حساب [الجمل] والهاء خمسة، أربعة عشر، ومعناها يا أيّها البدر ﴿مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ﴾ قال مجاهد: كان رسول الله ﷺ وأصحابه يربطون الحبال في صدورهم في الصلاة بالليل[٣] ذلك بالفرض، وأنزل الله تعالى هذه الآية.

وقال الكلبي: لمّا نزل على رسول الله الوحي بمكّة اجتهد في العبادة واشتدّت عبادته فجعل يصلّي الليل كله[٤]، فكان بعد نزول هذه الآية ينام ويصلّي.

أخبرنا عبد الله بن حامد بن محمد الهروي عن بشر بن موسى الحميدي عن سفيان بن زياد بن علاقة قال: سمعت المغيرة بن شعبة يقول: قام رسول الله ﷺ حتى تورمت قدماه، وقيل له: يا رسول الله أليس قد غفر الله لك ما تقدّم من ذنبك وما تأخّر؟ فقال ﷺ: أفلا أكون عبداً شكوراً[٥].

وقال مقاتل: قال أبو جهل بن هشام والنصر بن الحرث[٦] للنبيّ ﷺ: إنّك لتسعى بترك ديننا ـ وذلك لما رأوا من طول عبادته وشدّة اجتهاده ـ فإننا نراه أنّه ليس لله وأنّك مبعوث إلينا، فقال رسول الله ﷺ: بل بعثت رحمة للعالمين، قالوا: بل أنت شقيّ، فأنزل الله تعالى ﴿طه مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ﴾ وأصل[٧] لكن أنزلناه عظة[٨] لمن يخشى[٩].

قال الحسين بن الفضل: فيه تقديم وتأخير مجازه: ما أنزلنا عليك القرآن إلّا تذكرة لمن يخشى ولئلاّ تشقى، تنزيلاً بدل من قوله تذكرةً.

(١) آل عمران: ١٥١.
(٢) في نسخة أصفهان زيادة: في الجنة.
(٣) في نسخة أصفهان زيادة: ثم نسخ.
(٤) في نسخة أصفهان زيادة: زماناًحتى نزلت هذه الآية فأمره الله عز وجل أن يخفف عن نفسه فيصلي وينام فنسخت هذه الآية قيام الليل كله.
(٥) مسند أحمد: ٤ / ٢٥١.
(٦) في نسخة أصفهان أبو جهل والنضر بن هشام.
(٧) في نسخة أصفهان زيادة: الشقاء في اللغة العناد والتعب ﴿إلاّ تذكرة﴾.
(٨) في نسخة أصفهان زيادة: وتذكرة ﴿لمن يخشى﴾
(٩) أسباب نزول الآيات ـ النيسابوري ـ ص: ٢٠٥.

نیز حافظ ابو بکر السیوطیؒ (م ۹۱۱ ھ) نے امام مجاہدؒ کی یہی روایت کو امام عبد بن عبد الحمیدؒ کی کتاب التفسیر سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

عَن مُجَاهِد قَالَ: كَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يرْبط نَفسه وَيَضَع إِحْدَى رجلَيْهِ على الْأُخْرَى فَنزلت: {طه مَا أنزلنَا عَلَيْك الْقُرْآن لتشقى}۔ (الدر المنثور: ج۵: ص ۵۴۹، ج۱: ص ۱۰)

لہذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نماز میں اپنے سینوں کو رسّیوں سے باندھ لیتے تھے، جیسا کہ مجاہدؒ کہتے ہے، البتہ سورۃ طٰہ کی اس آیت کے نزول کے وجہ سے، یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابو عبد اللہ القرطبیؒ (م ۶۷۱ ھ)، امام ابو اسحاق ثعلبیؒ (م ۴۲۷ ھ) وغیرہ نے بھی امام مجاہدؒ کے قول کے بعد یہ بھی نقل کیا کہ یہ عمل بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ **(تفسیر قرطبی: ج۱۱: ص ۱۶۷، تفسیر ثعلبی: ج۶: ص ۲۳۷)**

نوٹ:

جیسا کہ گزر چکا کہ امام مجاہدؒ نے قرآن کی تفسیر ابن عباسؓ ہی بلکہ کئی بار قرآن کی مکمل تفسیر ابن عباسؓ سے سیکھی، اور یہ روایت تاریخ ابن عساکر میں عبد الوہاب بن مجاہدؒ [ضعیف] کی سند متصل بھی آئی ہے، جس میں مجاہدؒ نے اس کو صراحتاً ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، جس کا حوالہ گزر چکا۔

لہذا قرائین کی وجہ سے، یہ روایت فی الحقیقت متصل اور صحیح ہے، اور اس کو مرسل کہنا مردود، اور زبیر علی زئی صاحب کا اس کو موضوع کہنا لاعلمی اور جہالت کی بنا پر ہے۔

صحیح بخاری کے واقعہ کی وضاحت:

باقی زبیر علی زئی صاحب نے اس واقعہ کو بخاری شریف کی روایت سے جو ٹکرانے کی کوشش کی یہ مردود ہے،

کیونکہ یہ واقعہ تو مکہ میں پیش آیا تھا، اس لئے کہ **سورہ طٰہ** مکی سورت ہے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ سبھی جانتے ہیں کہ آپؓ اپنی بہن کے گھر گئے وہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں، انہوں نے اپنی بہن کو مارا، اور اپنے بہنوئی کو بھی مارا، پھر انہوں نے اپنی بہن سے قرآن مانگا تو ان کی بہن نے کہا

ناپاک انسان قرآن کو چھو نہیں سکتا تو وہ پاک ہوئے اور پھر **سورہ طٰہٰ** کی آیتیں پڑھی ہیں، جیسا کہ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔

اور حضرت عمرؓ کب اسلام لائے، تو غیر مقلد **عالم** صفی الرحمن مبارکپوری صاحب **الرحیق المختوم صفحہ ۱۴۵** پر لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ جو اسلام لائے ہیں یہ واقعہ ۶ نبوی کا ہے، یعنی نبوت کے چھٹے سال"۔

اس سے پتہ چلا کہ اس سے پہلے یعنی نبوت کے چھٹے سال سے پہلے سورہ طہ نازل ہو چکی تھی، کیونکہ حضرت عمرؓ نے اسی سورت کی آیتوں کو پڑھا تھا، جبکہ بخاری شریف میں جن صحابیہ کا یہ واقعہ ہے وہ تو بہت بعد کا ہے، صحیح بخاری کی حدیث کی سند و متن ملاحظہ فرمائیے :

حدثنا أبو معمر، حدثنا عبد الوارث، حدثنا عبد العزيز بن صهيب، عن أنس بن مالك رضي الله عنه، قال: دخل النبي صلى الله عليه وسلم فإذا حبل ممدود بين الساريتين، فقال: «ما هذا الحبل؟» قالوا: هذا حبل لزينب فإذا فترت تعلقت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «لا، حلوه ليصل أحدكم نشاطه، فإذا فتر فليقعد»۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۱۱۵۰)

اور **عمدۃ القاری: جلد۷: صفحہ ۲۰۸** میں محدث عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے زینب سے مراد ام المومنین حضرت زینب بن جحش الاسدیہ بتایا ہے،

نیز قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے جیسا کہ ستون اور مسجد کا لفظ وہاں آیا ہے، پھر زبیر علی زئی صاحب نے بھی تسلیم کیا کہ یہاں اس روایت میں زینب سے مراد ام المومنین حضرت زینب بن جحش الاسدیہ ہیں، اور جو رسّی سے باندھنے کی روایت مولانا ناز کریاؒ نے ذکر کی، تو وہ مکی زندگی میں اور نبوت کے چھٹے سال سے پہلے پہلے کا واقعہ ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی صاحب "**جان بوجھ**" کر اس رسّی سے باندھنے کی روایت کو بخاری کے حدیث سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث زکریاؒ کی مکمل عبارت:

ہم "**جان بوجھ**" اسلئے کہے رہے ہیں کہ رسّی سے باندھنے کی روایت کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے حضرت زینبؓ کی روایت کی طرف بھی اشارہ کیا، جس کو معترض نے پیش کیا، حضرت شیخؒ کی عبارت مکمل ملاحظہ فرمایئے:

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: **"ابتدا"** میں حضورِ اقدس ﷺ رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رَسّی سے باندھ لیا کرتے، کہ نیند کے غَلبے سے گِر نہ جائیں، اِس پر ﴿**طٰهٰ مَاأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى**﴾ [طٰہٰ:۱] نازل ہوئی۔

اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ: حضور ﷺ اِتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ، کھڑے کھڑے پاؤں پر وَرَم آجاتا تھا، اگرچہ ہم لوگوں پر **شَفقت** کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ: جس قدر **تَحمُّل** اور نِباہ ہوسکے اُتنی محنت کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ **تحمُّل** سے زیادہ بار اُٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔

چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اِسی طرح رسّی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا، تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا؛ مگر اِتنی بات ضرور ہے کہ **تحمُّل** کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اُتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی،

آخر حضور ﷺ کا اِتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر وَرَم آجاتا تھا کوئی تو بات رکھتا ہے!۔ صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے کہ: سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے، تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے کہ: پھر مَیں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔

(فضائل اعمال: ج ۱: فضائل نماز: ص ۲۷۷، طبع دینیات، فضائل اعمال: ج ۱: فضائل نماز: ص، طبع یسین بوکڈپو، دہلی)

اسکین: **نسخہ دینیات**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل اعمال

جلد اول

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

① حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم	② فضائل نماز
③ فضائل تبلیغ	④ فضائل ذکر
⑤ فضائل قرآن مجید	⑥ فضائل رمضان شریف
⑦ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج	⑧ فضائل درود شریف

پہلا ایڈیشن

ماہ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۱۲ء

Compiler	مرتب
AHEM Charitable Trust	اھم چیریٹیبل ٹرسٹ

Contact : Idara-e-DEENIYAT, Opp. Maharashtra College, Bellasis Road, Mumbai Central, Mumbai - 4000 08
Tel. : 022 - 23051111 • Fax : 022 - 23051144
Website : www.deeniyat.com • E-mail : info@deeniyat.com

یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اسی کے موافق مُجاہدؒ یہ نقل کرتے ہیں، جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں، یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضورِ اقدس ﷺ رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رَسّی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں، اس پر ﴿طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢﴾ [سورۂ طٰہٰ] نازل ہوئی۔ اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورَم[1] آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جس قدر تحمّل[2] اور نباہ ہو سکے؛ اتنی محنت کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ تحمّل سے زیادہ بار[3] اُٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت ؓ نے بھی اسی طرح رَسّی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا؛ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمّل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورَم آجاتا تھا، کوئی تو بات رکھتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ عرض بھی کرتے کہ "سورۂ فتح" میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے، تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے کہ "پھر میں شکرگزار بندہ کیوں نہ بنوں"۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضورِ اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکّی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ [ترغیب]

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں مَیں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔ مُتعدّد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں، مِنجُملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت، دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لیے اُٹھے اور نماز میں مشغول ہوجائے؛ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب[4] ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہوگیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف وعطایا[5] کی اُمید نے اور آپ کے عتاب[6] کے خوف نے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اُس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اُس سے امن بخشا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہوجائے۔

حل لغات: ① سوجن۔ ② برداشت۔ ③ بوجھ۔ ④ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔ ⑤ انعام واکرام۔ ⑥ غصہ، ناراضگی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت شیخ الحدیثؒ نے خود رسّی سے باندھنے کی روایت منسوخ مانا ہے، جیسا کہ لفظ "**ابتدا**" واضح طور پر دلالت کر رہا ہے۔

(۲) حضرت شیخ نے الفاظ "**ایک صحابی عورت نے بھی اِسی طرح رسّی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا، تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا**" سے حضرت زینبؓ کی حدیث کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، نیز فضائل اعمال: ج ا کی تخریج شدہ نسخہ میں اس حدیث کی تخریج میں صحیح بخاری کی اسی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ **(فضائل اعمال: ج ا: فضائل نماز: صفحہ نمبر ۴۵۹، طبع مکتبہ ذکری)**
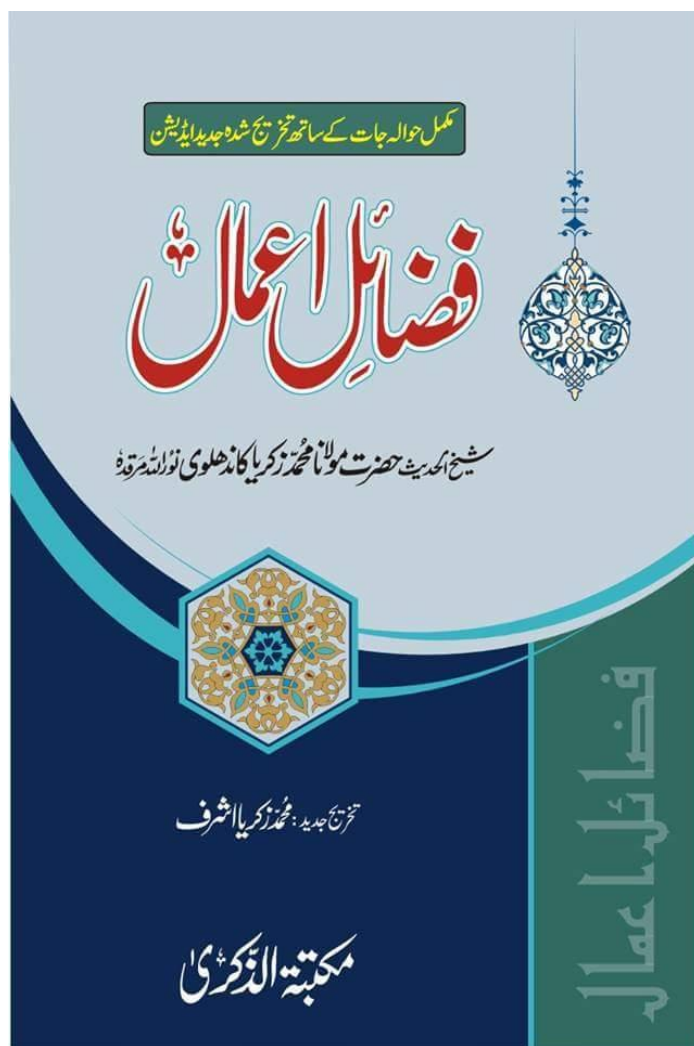
ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں اس پر ﴿ طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝﴾ (طہ: ۱)۔ نازل ہوئی [1] اور یہ تو مضمون کتنی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہئے [2]، ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے، چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا [3]۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہو گی اتنی ہی بہتر اور افضل ہو گی، آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔ کوئی بات تو رکھتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں [4]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی کہ جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے [5]۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے [6]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرما دی [7]۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں، منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے، حق تعالیٰ شانہ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف و

[1] ابن عساکر، باب ذکر تقلد و زهده، ۹۵۷ (م-۱۴۳)
[2] بخاري، کتاب التهجد، ۱۱۵۱
[3] بخاري، ایضاء ۱۱۵۰
[4] بخاري، ایضاء ۱۱۳۰
[5] ابو داود، باب البكاء في الصلوة، ۹۰۴
[6] سنن نسائي، باب البكاء في الصلوة، ۱۲۱۴
[7] صحيح ابن خزيمه، ۸۹۹

اب دیکھئے مولانا زکریاؒ نے بخاری کی روایت با قاعدہ پیش کی ہے، جسے زبیر علی زئی صاحب، پیش کرکے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مولانا زکریاؒ کو علم نہیں تھا، اور ایک دوسرے سے وہ ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، یہ واقعہ پہلے کا ہے، ابتداء اسلام کا ہے اور بخاری شریف کا جو واقعہ ہے وہ تو بہت بعد کا ہے۔

ان دونوں کو ایک دوسرے سے کلیش کرانا، مخالف بتانا، یہ زبیر علی زئی صاحب کا بہت بڑا دھوکہ ہے۔

کوئی آدمی کوئی صحابی کا واقعہ شراب کی حرمت سے پہلے کا بیان کرے اور بعد میں شراب کی حرمت کے بعد کا بیان کرکے صحابی پر اعتراض کرے، تو جس طرح اس کا اعتراض صحابیؓ پر غلط اور باطل ہے، بالکل اسی طرح شیخ زکریاؒ پر بھی یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

الحدیث

''إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ''

کے متعلق چند وضاحتیں :

- مولانا عبدالرحیم قاسمی

وضاحت نمبر ۱ : (سند میں یحیی الاحول الکوفی ہے)

دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۷ میں الحدیث ''**إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ**'' کی تحقیق پیش کی گئی تھی کہ یہ روایت حسن سند کے ساتھ تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے، دیکھئے **دفاع اسلاف : اشاعت نمبر ۷: ص ۶۲۔**

حافظ الشام، امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے سند یوں بیان فرمائی ہے:

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو الحسن الدارقطني نا أبو عبيد القاسم بن إسماعيل بن المحاملي نا أحمد بن داود بن يزيد بن ماهان أبو يزيد السجستاني نا يحيى بن أحمد الكوفي لقيته ببلخ انا شريك عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن عثمان قال هبط جبريل على النبي (صلى الله عليه وسلم) فقال له النبي (صلى الله عليه وسلم) يا جبريل أخبرني بفضائل عمر في السماء قال لو مكثت ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما ما استطعت أن أصف فضائل عمر في السماء وأن عمر حسنة من حسنات أبي بكر۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۰: ص ۱۲۲، طبع دارالفکر، نیز دیکھئے دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۷: ص ۶۲)

اس روایت کو ذکر کرنے کے فوراً بعد، امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے فرمایا:

''في نسخة أخرى يحيى بن أحمد بالدال كذا قال عن عثمان''

دوسرے نسخے (دوسری سند) میں یحیی بن احمد دال کے ساتھ ہے، اسی طرح (اسی دوسری سند میں) اس نے کہا کہ حضرت عثمانؓ سے روایت ہے (یعنی دوسری روایت بھی پہلی کی طرح عثمانؓ سے مروی ہے)۔ **(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۰: ص ۱۲۲)**

اسی سے معلوم ہوا کہ پہلی سند میں شریک بن عبد اللہ نخعیؒ **(م ۱۷۸ھ)** کے شاگرد یحیی الکوفیؒ میں **"احمد"** نہیں بلکہ کوئی اور لفظ ہے، دار الفکر کے مطبوعہ نسخے کے محقق شیخ عمرو بن غرامہ العمروی کہتے ہیں کہ اصل مخطوطے میں احمد ہی لکھا ہے۔ **(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۳۰: ص ۱۲۲، حاشیہ نمبر ۳)**

تاریخ دمشق لابن عساکر کا ایک مخطوطہ **مکتبۃ الظاھرۃ**، دمشق میں موجود ہے۔ **(تاریخ ابن عساکر: ج ۱: ص ۳۶، ت محب الدین العمروی)** اس میں بھی احمد ہی لکھا ہے۔ دیکھئے تاریخ دمشق مخطوطہ **مکتبۃ الظاھرۃ: ج ۹: ص ۳۰۰**۔

التاسع من تاريخ دمشق
للحافظ ابن عساكر
رحمه الله
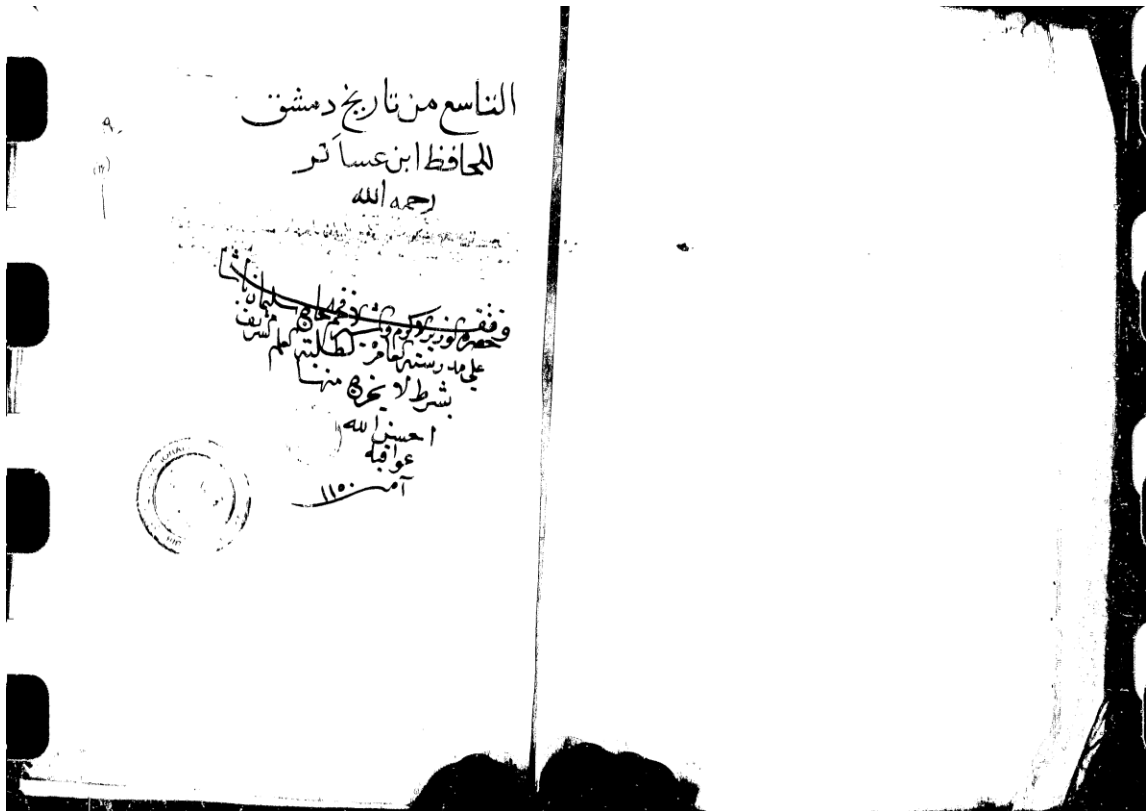
نا ابو القسم عبد الله بن محمد بن الخلال انا محمد بن عثمان بن محمد السري نا
الحسين بن اسمعيل نا عبد الله بن ايوب المخرمي نا سعيد بن محمد العوفي نا عمي
ابن عطية عن ابيه والحسين بن الحسن بن عطية عن احمد عن ابيه عن ابي
سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لي وزيرين من
اهل السما ووزيرين من اهل الارض فوزيراي من اهل السما جبريل وميكايل
ووزيراي من اهل الارض ابو بكر وعمر رضي الله عنهما اخبرنا ابو الحسن
علي بن المظفر وابو غالب بن البنا قالا انا ابو محمد الجوهري نا ابو حفص عمر
ابن محمد بن علي الناقد نا ابراهيم بن شريك الاسدي نا احمد بن عبد الله بن
يونس نا معلى بن هلال عن ليث بن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان لي وزيرين من اهل السما ووزيرين من اهل الارض فوزيراي
من اهل السما جبريل وميكايل ووزيراي من اهل الارض ابو بكر وعمر اخبرنا
ابو الحسن المرصي بالمره انا ابو الحسن بن ابي الحديد وابو نصر بن كلاب
قالا انا ابو بكر بن ابي الحديد نا ابو الحسن محمد بن علي بن ابي الحديد نا نصر
ابراهيم بن مرزوق نا ابو عامر العقدي انا رباح بن ابي معروف المكي عن سعيد
ابن عجلان عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لابي بكر
وعمر الا اخبركما بمثلكما في الملايكة ومثلكما في الانبيا مثلك يا ابا بكر في الملايكة
مثل ميكايل ينزل بالرحمة ومثلك في الانبيا مثل ابراهيم اذ كذبه قومه وصنعوا
به ما صنعوا قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر في
الملايكة مثل جبريل ينزل بالباس والشدة على اعدا الله ومثلك في الانبيا مثل نوح
اذ قال رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا اخبرناه ابو نصر احمد بن محمد بن عبد
الملك بن عبد القاهر بن اسد نا ابو الفرج احمد بن عثمان بن الفضل بن جعفر العجلي نا ابو
القسم عبيد الله بن محمد بن اسحق بن حبابه نا ابو بكر محمد بن ابراهيم بن سرور الانماطي نا محمد
ابن المثنى نا ابو عامر العقدي نا رباح وهو ابن ابي معروف المكي عن سعيد بن عجلان عن سعيد بن
جبير عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه قال لابي بكر وعمر الا اخبركما بمثلكما في الملايكة ومثلكما
في الانبيا اما مثلك انت يا ابا بكر في الملايكة كمثل ميكايل ينزل بالرحمة ومثلك ايضا
في الانبيا كمثل ابراهيم اذ كذبه قومه وصنعوا به ما صنعوا فقال من تبعني فانه مني
ومن عصاني فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر في الملايكة كمثل جبريل ينزل بالباس والشدة
والنقمة على اعدا الله ومثلك في الانبيا كمثل نوح اذ قال رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا
اخبرنا ابو غالب بن البنا نا ابو محمد الجوهري نا ابو الحسن الدارقطني نا ابو عبيد القسم بن اسمعيل
المحاملي نا احمد بن داود بن يزيد بن ماهان ابو يزيد [illegible] نا علي بن [illegible] الكوفي
[illegible] نا [illegible] بن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عثمان قال هبط جبريل
على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم يا جبريل اخبرني بفضايل
عمر في السما قال لو مكثت ما مكث نوح في قومه الف سنة الا خمسين عاما ما استطعت

ان

ان اصف فضايل عمر في السما وان عمر حسنة من حسنات ابي بكر في [illegible] يحيى بن احمد
الذاكر كذا قال عن عمار وهذا الحديث انما يروى عن عمار بن ياسر اخبرناه ابو
المظفر بن القشيري نا ابو سعد الاديب انا ابو عمرو بن حمدان واخبرتنا ام المجتبى
العلوية قالت قرئ على ابراهيم بن منصور انا ابو بكر بن المقرئ قالا انا ابو يعلى نا الحسن
بن عرفة حدثني الوليد بن الفضل العنزي عن اسمعيل البجلي واخبرناه ابو القسم بن السمرقندي
نا ابو غالب احمد بن علي بن الحسين قالا انا ابو الحسين بن المهتدي نا محمد بن عبد الله بن الحسين الدقاق
نا ابو حامد الحضرمي واخبرناه ابو الحسن علي بن الحسن بن سعيد انا ابو القسم الخطابي انا ابو بكر عبد الله بن
محمد بن عبد الله بن هلال الخطابي واملاه ابو القاسم بن بيان واخبرنا عنه عاليا ابو المكارم سلطان بن
يحيى وابو سليمان داود بن محمد الاربلي قالا انا ابو الحسن بن مخلد قالا انا اسمعيل بن محمد الصفار قالا نا
الحسن بن عرفة بن يزيد العبدي نا الوليد بن الفضل العنزي اخبرني اسمعيل بن عبيد العجلي عن حماد بن ابي سليمان
عن ابراهيم زاد الصفار النخعي عن علقمة بن قيس عن عمار بن ياسر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاني جبريل
انفا فقلت له يا جبريل حدثني بفضايل عمر بن الخطاب في السما قال يا محمد لو حدثتك بفضايل عمر بن الخطاب في السما
مثل ما لبث نوح في قومه الف سنة الا خمسين عاما ما نفدت فضايل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابي بكر اخبرنا
ابو سهل محمد بن ابراهيم نا ابو الفضل الرازي نا جعفر بن عبد الله نا محمد بن هرون نا الحسن بن ابراهيم السامي نا الوليد
بن الفضل العنزي نا اسمعيل بن عبيد بن نافع العجلي عن حماد بن ابي سليمان عن ابراهيم عن علقمة عن عمار قال قال
لي النبي صلى الله عليه وسلم يا عمار اتاني جبريل فقلت يا جبريل حدثني بفضايل عمر في السما قال لو حدثتك بفضايل عمر
في السما ما لبث نوح في قومه الف سنة الا خمسين عاما ما نفدت فضايل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابي بكر
اخبرناه ابو القسم هبة الله بن محمد بن الحصين نا ابو طالب بن غيلان قال نا ابو بكر الشافعي املا نا ابو اسحق
ابراهيم بن اسباط ابو ابراهيم اسمعيل بن عبد الرحمن الاعرج نا اسمعيل بن عبيد العجلي خلف بن خليفة
نا المغيرة بن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عمار بن ياسر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سالت جبريل فقلت اخبرني
عن فضايل عمر فقال لو لبثت معك ما لبث نوح في قومه الف سنة الا خمسين عاما ما نفدت فضايل عمر وانه
حسنة من حسنات ابي بكر اخبرنا ابو الحسن بن قبيس قال نا وابو منصور بن خيرون قالا انا ابو بكر
الخطيب انا الحسن بن محمد اخو الخلال قال كنا نتحدث انا ابو القسم عمر بن محمد بن سبنك البغدادي المسمع
[illegible] نا اسمعيل بن محمد الصفار نا احمد بن منصور الرمادي نا عبد الرزاق بن همام نا معمر [illegible]
عن الزهري عن هشام بن عروة عن ابيه عن عايشة قالت كانت ليلتي من رسول الله صلى الله عليه وسلم
فلما ضمني واياه الفراش نظرت الى السما فرايت النجوم مشتبكة فقلت يا رسول الله هل في الدنيا
رجل له حسنات بعدد نجوم السما فقال نعم قلت من قال عمر وانها حسنة من حسنات ابي بكر قال
الخطيب وفي كتابه يعني ابن سبنك بهذا الاسناد عدة احاديث منكرة المتون جدا اخبرنا
ابو [illegible] نا ابو [illegible] بن عيسى بن [illegible] نا ابو العباس احمد بن منصور الشاري
نا الموصلي نا احمد بن الحسن بن ابان المصري نا الابلة نا ابو عاصم الضحاك بن مخلد ح واخبرنا
ابو القاسم بن السمرقندي نا ابو الحسن بن النقور نا ابو الحسين محمد بن عبد الله بن الحسين نا ابو
بكر محمد بن يحيى الصولي نا احمد بن الحسن المصري نا ابو عاصم نا زمعة بن صالح عن الزهري عن ابي
سلمة عن ابي هريرة قال هبط جبريل على [illegible] حديث ابن السمرقندي الى النبي صلى الله عليه وسلم فوقف [illegible]

مگر تحقیق کی روشنی میں پہلی سند میں یحیی بن احمد نہیں بلکہ یحیی الاحول الکوفی ہونا چاہیئے، اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) پہلی سند میں یحیی بن احمد کے بجائے یحیی الاحول ہونا بعید نہیں کیونکہ **"احمد"** اور **"احول"** ہم وزن حروف ہیں۔

(۲) شریک بن عبد اللہ النخعیؒ **(م۱۷۸ھ)** کے شاگردوں میں جس یحیی الکوفی کا ذکر ہے، وہ یحیی بن احمد الاحول الکوفی ہیں۔ دیکھئے **کتاب الضعفاء والمتروکین للدراقطنی: رقم ۶۴۶**۔[2]

(۳) اگر پہلی سند میں یحیی الاحول الکوفی ہو گا، تو دوسری سند میں موجود یحیی بن احمد کے خلاف نہیں ہو گا، اس لئے کہ یحیی الکوفی کا پورا نام یحیی بن احمد الاحول الکوفی ہے۔

لہذا پہلی سند میں راجح یحیی الاحول الکوفی ہونا چاہیئے۔ واللہ اعلم

وضاحت نمبر ۲ : (**"یحیی بن احمد الاحول الکوفی"** ہی **" احمد بن یحیی الاحول الکوفی"** ہیں)

"یحیی بن احمد الاحول الکوفی" کو **"احمد بن یحیی الاحول الکوفی"** بھی کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ مجمع الزوائد میں ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ نور الدین الہیثمیؒ **(م۸۰۷ھ)** کہتے ہیں کہ اس کی سند میں یحیی بن احمد الاحول الکوفیؒ ضعیف ہیں۔ **(مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۶۵۸۴)**

لیکن اس پر تعقب کرتے ہوئے سلفی شیخ عاصم عبد اللہ ابراھیم کہتے ہیں:

---

[2] **نوٹ:**

یحیی بن احمد الاحول الکوفی ہی احمد بن یحیی الاحول الکوفی ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

جاءفي "المجمع" (118/4): يحيى بن أحمد الكوفي الأحول۔ قلت: لعله "أحمد بن يحي الكوفي الأحول" وله ترجمة في "الميزان" (62/1). وغيره وأما ماذكره الهيثمي فلم أجد له ترجمة۔

مجمع الزوائد : ج۴ : ص ۱۱۸ پر یحیی بن احمد الکوفی الاحول آیا ہے، میں کہتا ہوں کہ حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) نے جس راوی "**یحیی بن احمد الکوفی الاحول**" کا تذکرہ کیا، کہ مجھے اس کا ترجمہ نہیں ملا، شاید کہ وہ احمد بن یحیی الکوفی الاحول ہو گا، جس کا ترجمہ **میزان: ج۱: ص ۶۲** پر ہے۔ (**مجمع الزوائد مع تنبیهات علی تحریفات وتصحیفات في کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للشیخ عاصم عبداللہ ابراهیم: ج۴: ص ۱۱۸، طبع مکتبة القدسي، القاهرة)**

معلوم ہوا کہ "**یحیی بن احمد الاحول الکوفی**" ہی "**احمد بن یحیی الاحول الکوفی**" ہے۔ واللہ اعلم

وضاحت نمبر ۳ : ("**احمد بن یحیی الاحول الکوفی**" اور "**احمد بن یحیی بن منذر المدینی**" ایک ہی راوی ہے)

احمد بن یحیی الاحول الکوفیؒ کا ترجمہ **لسان المیزان: ج۱: ص ۶۹۰** پر موجود ہے، امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) نے ایک قول میں احمد بن یحیی الاحول الکوفیؒ کو ضعیف کہا اور دوسرے قول میں صدوق قرار دیا، دوسرے قول کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) کہتے ہیں:

"فالظاهر أن الكوفي الأحول الذي ضعفه الدارقطني غير هذا المديني والله أعلم"

تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ احمد بن یحیی الکوفی الاحول جس کو دار قطنیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، اس احمد بن یحیی المدینی کے علاوہ ہیں، واللہ اعلم۔ (**لسان المیزان: ج۱: ص ۶۹۱**)

مگر دلائل کی روشنی میں راجح یہی ہے کہ احمد بن یحیی الاحول الکوفیؒ ہی احمد بن یحیی بن منذر المدینی ہیں۔

(۱) حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) "**احمد بن یحیی الکوفی الاحول**" کے ترجمہ میں کہتے ہیں:

"قلت: هو أحمد بن يحيى بن المنذر، شيخ موسى بن إسحاق وطين"

میں کہتا ہوں کہ "احمد بن یحیی الکوفی الاحول" ہی احمد بن یحیی بن المنذر ہیں جو کہ موسی بن اسحاقؒ اور مطینؒ کے شیخ ہیں۔ **(میزان الاعتدال: ج۱: ص ۱۶۲)**۔

(۲) اسی طرح حافظؒ کے شاگرد اور ان کے علوم کے وارث، حافظ سخاویؒ (م۹۰۲ھ) احمد بن یحیی بن منذر، ابو عبد اللہ المدنیؒ کے ترجمہ میں اپنے شیخ سے تعین سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وهو المذكور في أحمد بن يحيى الكوفي الأحول من الميزان وقرر شيخنا أنه غيره"

میزان میں **"احمد بن یحیی بن منذر، ابو عبد اللہ المدینی علیہ الرحمۃ"** احمد بن یحیی الکوفی الاحول کے ترجمہ میں موجود ہے، جبکہ ہمارے شیخ نے اسے دوسرا راوی قرار دیا۔ **(التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة: ج۱: ص۱۵۸)**

(۳) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) **"احمد بن یحیی الکوفی الاحول"** کے ترجمہ میں کہتے ہیں:

"وَهُوَ أَحْمَدُ بن الْمُنْذر الْقرشِي"

احمد بن یحیی الکوفی الاحول ہی احمد (بن یحیی) بن منذر قرشی ہیں۔ **(موضح أوهام الجمع والتفريق: ۱/ ۴۴۹)**

(۴) پھر دلائل النبوۃ بیہقی میں محمد بن عبد اللہ **مطین علیہ الرحمۃ (م۲۹۷ھ)** کو احمد بن یحیی الاحول کا استاذ لکھا ہے **(۳/ ۹۶)**

(۵) مزید یہ کہ امام ابو الحسن دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) نے جس یحیی بن احمد کو صدوق کہا، وہ عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے:

أَحْمد بن يحيى بن الْمُنْذر المديني أَبُو عبد الله الْكُوفِي صَدُوق ۔

احمد بن یحیی بن المنذر المدینی ابو عبد اللہ الکوفیؒ صدوق ہیں۔ **(سوالات حاکم للدار قطنی: رقم ۴)**

غور فرمایئے! اس عبارت میں احمد بن یحیی بن المنذر المدینی کو امام دار قطنیؒ نے ہی الکوفی قرار دیا ہے، لہذا راجح یہی ہے کہ احمد بن یحیی الاحول الکوفیؒ ہی احمد بن یحیی بن منذر المدینی ہیں۔

ان ہی وجوہات کی بنا پر **دفاع اسلاف : اشاعت نمبر ۷ : ص ۶۲** میں یحیی بن احمد الکوفی سے مراد احمد بن یحیی بن المنذر ابو عبد اللہ الکوفی المدینی لیا گیا تھا، اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم